ہارون
اسکالر پی ایچ ڈی اردو، شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
صدر شعبۂ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

صوتی تغیرات: ایک جائزہ (اردو لسانیات کے تناظر میں)

Haroon
Scholar Ph.D Urdu, Department of Urdu, Lahore Garrison Univesity, Lahore.
Dr.Muhammad Arshad Ovaisi
HoD, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore.

Changes of Sounds: A Review (In the context of Urdu Linguistics)

With the passage of time some words(sounds)may be replaced with other words(sounds).It may be said that some words(sonds) may be extinct from any language and new words(sounds) can be coined for their replacement.This type of change is common in all major languages of the world.It is of no consequence that Urdu has been accepting these changes to tackle the challenges of modern linguistic world .In this research article an effort has been made to explain some rules of change in sounds of some words.These words have been travelled a long journey to reach present place and status.A variety of cultures and social norms also affect the language and cause to remix some sounds.These changes are a basic and important cause of expansion in all the major languages of the world.Some changes are taken place under some specific rules and some changes are beyond any rule.

Key Words: *Coined, Tackle, Linguistics, Rules, Variety, Expansion, Cause, Specific, Sounds.*

زمان و مکان کے تناظر اور ضروریات کی روشنی میں زبانوں کی صوری و معنوی (Extrinsic and Intrinsic) تبدیلی کا عمل خود بخود اور مستقلاً جاری رہتا ہے۔ماہرینِ لسانیات اس تغیر و تبدل کو زبان کی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بقااور ارتقا کا ضامن اور محافظ قرار دیتے ہیں۔اسے کسی بھی زبان کے فطری ارتقا کالازمی عنصر بھی کہا جا سکتا ہے۔صوتی تغیر کا یہ ارتقائی عمل صوتی اور صوری تشکیل میں دائمی طور پر کار فرما رہتا ہے۔جس طرح دنیا کی دیگر بڑی زبانوں میں پھیلاؤ اور زمانے کے تقاضوں سے مطابقت کا عمل ایک تواتر سے جاری رہتا ہے،اسی طرح اردو نے بھی اس نقطۂ نگاہ سے جدت کو اپنانے اور عصری تقاضوں کی روشنی میں ڈھل جانے کے عمل کو اپنی بقااور ترویج کے لیے جاری رکھا ہے۔اردو کی کچھ آوازیں جو بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، اس ارتقائی مرحلے سے گزر چکی ہیں اور کچھ میں یہ عمل جاری ہے اور اس کی توسیع و پھیلاؤ کا سبب بن رہا ہے۔

صوتی تغیرات کے بہت سے عوامل اور اسباب ہوتے ہیں۔ان اسباب ووجوہات میں سے ایک معنی کی وسعت و کثرت ہے۔زبان کا بنیادی مقصد اور فریضہ ترسیل مدعا اور ابلاغ ہے اور چوں کہ حیات انسانی کثیر المقاصد اور ہمہ پہلو ہے، لہٰذا حیات انسانی کی ضروریات کی اطمینان بخش تکمیل کے لیے زبان کی وسعت و کشادگی بہر حال ضروری ہے۔

زبانوں میں وقوع پذیر ہونے والے اس تغیر و تبدل کے حوالے سے ماہرین لسانیات(Linguists) نے کچھ اصول وضوابط کی نشاندہی بھی کی ہے، جن کے مطابق زبان اس صوتی تغیر کے توسط سے دور حاضر کے جدید تقاضوں کے پیش نظر نئے صوتی سانچوں کو رد و قبول کرتی رہتی ہے۔ان قوانین ، قواعد اور اصول وضوابط میں سے صوتی تبادل، اندراج و سقوط، تقلید اور توازن کے اصول کو زیادہ اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

کسی صوت کا کسی دوسری صوت سے بدل جانا صوتی تبادل کے زمرے میں آتا ہے۔"صوتی تبادل" کے قاعدے اور اصول کے حوالے سے ڈاکٹر سہیل بخاری رقم طراز ہیں:

> "صوتی تبادل سے زبان کا وہ اصول مراد ہے جس کی رو سے کسی لفظ کی ایک آواز دوسری آواز سے بدل جاتی ہے اور اس طرح ایک لفظ سے کم سے کم دو لفظ بن جاتے ہیں، لیکن ان کے معنی ایک ہی رہتے ہیں۔ان میں ہر لفظ، بہروپ یعنی بل روپ (مختلف روپ والا) کہلاتا ہے۔زبان میں یہ ایک وسیع اور دامن دار عمل ہے جس کے باعث آوازوں میں ایک قسم کی مساوات قائم ہے۔"(۱)

لسانیاتی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ زبانوں کے اندر وقوع پذیر یہ تغیر و تبدل نوعیت اور قسم کے لحاظ سے بہت سی جہات کا حامل رہا ہے۔اسی نوعیت کی ایک تبدیلی "اندراج وسقوط" کہلاتی ہے۔کسی لفظ میں کوئی

آواز شامل کرنا اندراج کہلاتا ہے جب کہ کسی آواز کو نکال دینا اخراج یا سقوط کہلائے گا۔اس تبدیلی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی لفظ کے دوروپوں میں سے ایک روپ میں ایک آواز بڑھ جاتی ہے۔اس تبدیلی کی نوعیت اوروضاحت کے حوالے سے محی الدین قادری زور رقم طراز ہیں:

"صوتی تبدیلیوں کی سب سے پہلی اوراہم وجہ عضویاتی ہے۔ایک نسل دوسری نسل کے لیے جولسانی ورثہ چھوڑ کر جاتی ہے وہ بعینہ ایک اور معین نہیں ہوتا۔یہ یادرکھنا چاہیے کہ ہرنسل کے بعداس کی آوازیں اوراس کی عضوی عادت واطوار غیر محسوس طورپرکچھ نہ کچھ تبدیلی پاتے ہیں۔یہ تبدیلی اکثر نتیجہ ہوتی ہے ہمسایہ زبان کے اثر کا۔بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی قوم کی ایک نسل کو ایک اجنبی زبان بولنے والوں سے سابقہ پڑتا ہے تو اس اجنبی زبان کی آوازیں اس نسل کے اپنے لفظوں پر جو عمل یارد عمل کرتی رہتی ہیں۔ان کے نتیجے کے طورپر اس تمام نسل کے مخارج تلفظ آہستہ آہستہ اپنی جگہوں سے ہٹنے لگتے ہیں۔"[۲]

اس فرد کی زبان جس نے اپنی مادری زبان کے ساتھ ساتھ کسی اور زبان میں بھی مہارت (Speaking power) حاصل کی ہے،اس فرد سے مختلف ہوگی جس نے صرف مادری زبان سیکھی ہے۔اصوات کے تغیر و تبدل کے مظہر کو دوامیت حاصل رہی ہے۔اردو اصوات میں اس تبدیلی کی ایک مثال حرف جر "سے" کی پیش کی جاتی ہے۔تقریباً سوا سو سال پہلے اس حرف نے اردو میں شمولیت اختیار کی۔اس سے پہلے یہ "سیں" یا "سوں" کی شکل میں رائج تھا۔ولی دکنی کے دور میں سے "سوں" کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔ولی دکنی کا ایک مشہور شعر ہے:

ے   مت غصہ کے شعلوں سوں جلتے کو جلاتی جا
ٹک مہر کے پانی سوں یہ آگ بجھاتی جا[۳]

عہد ولی دکنی سے قبل اسے "ستے" یا "ستیں" کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔قطب شاہی دور کے آخری شعرا اسے "ستے" اور "ستیں" کی شکل میں استعمال کرتے تھے۔محی الدین قادری زور کے مطابق،اورنگ زیب اورابوالحسن تاناشاہ کے ہم عصر غلام علی کی ایک نظم "پدماوت" ہے اوراس میں رقم کیا گیا ہے:

ع   بھلائی ستے تو بھلائی پائے گا[۴]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

عموماً صوتی تغیرات لہجے، طریق گویائی اور ادائے کلام کے باعث وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ کبھی لفظ کا ابتدائی حرف علت مختصر ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرا حرف پہلے حرف میں مدغم ہو جاتا ہے۔ اردو میں لفظ کے ابتدائی رکن پر زور پڑنے کی وجہ سے پہلا حرف علت مختصر ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ نکی (Nasal) حرف علت ہو تو اس کا غنہ ساقط ہو جاتا ہے، جیسے: پھٹکنا (پھنٹکنا)، بھٹکنا (بھنٹکنا) وغیرہ۔

حرف علت کا مختصر ہو جانا تخفیف کہلاتا ہے، جیسے: کھٹاس (کھٹّا)، گٹھڑی (گٹھّڑ) وغیرہ۔ قواعد کے استعمال سے بھی صوتی تغیر رونما ہو جاتا ہے، جیسے: صوبہ دار سے صوبے دار، مزہ دار سے مزے دار، کرایہ دار سے کرایے دار، حصہ دار سے حصے دار وغیرہ۔ اس تبدیلی کے پس پردہ امالے کا اصول ہے جس کے مطابق وہ الفاظ جن کے آخر میں ہائے مختفی (ہ) یا الف (ا) ہے۔ مفعول یا مجرور صورتوں میں ان کا آخری الف یا ہائے ہوز یائے تحتانی میں بدل جاتا ہے اسے امالہ (جھکنا) کہتے ہیں، امالہ کی حیثیت مستقل اور ناقابل تبدیل ہے۔ اس کے قواعد پر عمل ہونا چاہیے۔ بہر حال بنیادی اصول یہ ہے کہ جن لفظوں میں امالہ درکار ہے، ان کو بولتے وقت امالہ ضرور کرنا چاہیے، خواہ ان کو ممال (یعنی امالے کی شکل میں) نہ لکھا گیا ہو[۵]۔

ولی دکنی سے سو سال پہلے "سوں"، "سیں" اور "ستے" وغیرہ کے لفظ بھی موجود نہ تھے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں "س" کی آواز موجود نہ تھی۔ "مجھ سے کہا" کی جگہ "مج تھے کھیا" لکھا جاتا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ اور اس کے درباری شعرا "سے" کی جگہ "تھے" لکھا کرتے تھے[۶]۔ قطب شاہی عہد سے پہلے اسے "تے" کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔ اس طرح اس لفظ نے اپنا صوتی تغیراتی سفر "تھیں" یا "تے" سے شروع کیا تھا۔ اس کے بعد "تھے"، "ستیں"، "ستے"، "سوں" اور "سیں" بنا، اس کے بعد بھی اس نے یہ سفر جاری رکھا اور آخر کار "سے" بن گیا۔ صوتی تغیر و تبدل کے اس سفر میں یہ لفظ "سے" دوبارہ بھی تغیر و تبدل قبول کر سکتا ہے۔

انیسویں صدی کے آغاز میں مستعمل اردو اور عصر حاضر کی اردو میں صوتیات کے نقطۂ نظر سے بہت فرق پایا جاتا ہے۔ بہت سے وہ الفاظ جو مرزا غالب نے اپنی شاعری اور خطوط میں برتے، آج اپنا شمار متروکات میں کروا چکے ہیں، مثلاً: آوے ہے، اودھر، ایدھر، جیدھر، کیدھر، جیوں، تیوں، واں، یاں وغیرہ۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ایک ہی زبان کو دنیا کے مختلف خطوں میں، مختلف لہجوں اور انداز سے بولا جاتا ہے۔بھارت میں بولی جانے والی اردو پاکستانی اردو سے بہت اختلاف رکھتی ہے۔بھارتی اردو پر سنسکرت کے اثرات زیادہ ہیں، اس کے مقابلے میں پاکستانی اردو زیادہ معیاری اور مستند ہے۔

اس تغیر و تبدل کے دوران کلمات میں کوئی نئی آواز پیدا نہیں ہوتی بلکہ ایک یا ایک سے زیادہ آوازوں کے دوسری آوازوں میں تبدیل ہونا صوتی تغیر کے ضمن میں شمار کیا جاتا ہے۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ آواز کسی دوسری زبان سے نہیں آتی بلکہ عموماً اسی زبان کی مردہ آوازوں میں سے ایک ہوتی ہے۔یہ تمام مردہ آوازیں استعمال میں نہیں آتیں بلکہ ان میں سے اکثر تو محذوف ہو جاتی ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر رابعہ سرفراز رقم طراز ہیں:

> "زبان کے سائنسی مطالعے میں صوتی تغیرات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔یہ تغیرات ملے جلے ہوتے ہیں اوران کے درمیان حدفاصل کھینچنا خاصا دشوار عمل ہے۔ان تغیرات کی بدولت زبان میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور زبان کا ارتقائی عمل جاری وساری رہتا ہے۔"(۷)

زبان ایک سماجی مظہر اور عمل ہے۔سماجیات اور بشریات کے مطالعے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ گردش دوراں کے نتیجے میں کچھ الفاظ اپنے معانی کھو دیتے ہیں، جبکہ کچھ الفاظ کے معانی اور بلند ہو جاتے ہیں۔زبان کلچر کا لازمی جزو ہے۔معاشرت اور تہذیب و تمدن کی تبدیلی زبان پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ڈاکٹر رابعہ سرفراز نے زبان کے تہذیبی مواد کی دو حیثیتوں پر روشنی ڈالی ہے:

> "زبان کا تہذیبی مواد دو حیثیتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ایک تہذیب کے خارجی عناصر سے اور دوسرا ذہنی اور جذباتی رویوں اور معاشرتی نفسیات سے۔کسی بھی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کا بڑا حصہ تہذیبی استفادے پر مشتمل ہوتا ہے۔حاکم اور محکوم تہذیب کے زیر اثر بھی زبان میں مختلف تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔طرز تخاطب پر بھی تہذیب کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔معاشرے اور تہذیب کے تغیرات کا عکس زبان میں نظر آتا ہے۔اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ زبان اور تہذیب کسی بھی معاشرے کے تشخص کی بنیاد ہیں"(۸)

سماجی تعلقات میں گہرائی، استحکام اور افہام و تفہیم زبان اور تہذیب و تمدن پر منحصر ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

صوتی تغیرات میں سے ایک کی نوعیت یہ بھی ہے کہ کسی لفظ کا تلفظ پورا سنا نہیں جاتا اور غلط تلفظ کو درست سمجھ کر آگے بول دیا جاتا ہے۔ اس طرح ایسے لفظوں کا غلط تلفظ رواج پا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں تلفظ کا زیادہ اثر کمزور آواز یا حرف علت پر پڑتا ہے۔ لالٹین (لانٹرن)، فلالین (فلانل)، لمبر (نمبر)، ممبر (ممبر)، بجڑ (بجر) وغیرہ اسی انداز سے تشکیل دیے گئے ہیں۔

صوتی ارتقا اور تغیر بہت حد تک باضابطہ ہوتے ہیں۔ اس کے لیے تحقیقات اور تلاش و جستجو کی روشنی میں بہت سے قواعد و ضوابط اور اصول مرتب ہو چکے ہیں۔ مثلاً: آریائی بانوں کے ماہرین لسانیات (Linguists) یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ سنسکرت کا ابتدائی حرف 'و' اردو، بہاری، بنگالی اور کچھ دوسری زبانوں میں 'ب' کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس ضمن میں محی الدین قادری زور رقم طراز ہیں:

"اردو میں موجود شکل	سنسکرت میں میں پہلے شکل
باٹ	وَرتم
بیس	ویمیشتی
بن	وَنم
بڑ	وَٹ
بیت	ویتر
بالو	والوک[۹]

ایک لفظ کے تلفظ یا کسی حرف کی صوت میں تغیر و تبدل زمانی بعد کی وجہ سے بھی ممکن ہوتا ہے۔ ایک نسل کی تمام اصوات بعینہٖ دوسری نسل تک نہیں پہنچتیں۔ بعض اوقات ایک ہی ملک اور ایک ہی دور میں مختلف مقامات پر مختلف نوعیت کی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو سکتی ہیں۔

اردو کے کچھ الفاظ اس قسم کے ہیں کہ ان میں کوزی آوازوں کی تکرار پائی جاتی ہے۔ جیسے: ٹھنڈ، ٹھنڈا، ڈنڈ، ٹاٹ، ڈانٹ، ٹوٹنا، ٹوٹا، ڈالڈا وغیرہ۔ ان لفظوں کو کبھی دو کوزی آوازوں کی بجائے ایک کوزی آواز سے لکھا جاتا تھا اور دوسری آواز دندانی تھی۔ دکنی اردو میں یہ خصوصیت اب بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ دکن کے لوگ ٹاٹ کو تاٹ، ٹکڑا کو تکڑا، ٹھنڈا کو تھنڈا، ڈانٹ کو دانٹ کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ انگریزی کے لفظ ٹکٹ (Ticket) کو تکٹ، ٹینڈر (Tender) کو تینڈر اور ڈینٹسٹ (Dentist) کو دینتسٹ بنا دیتے ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پاکستان کے شمالی علاقوں کے لوگ دوکوزی آوازوں کو آسانی سے ادا کرسکتے ہیں۔مثلاً:ڈاڑھ،ڈھیٹ،ٹھوڑی،ٹھڈا وغیرہ۔ پاکستان میں بیشتر بچے انگریزی لفظ دیٹ(That)کوڈیٹ(Dat) بولتے ہیں حالاں کہ'ڈ'کے مقابلے میں'د'ایک نرم آواز ہے اورآسانی سے ادا ہوتی ہے۔

اعضائے مخارج کاکوزی آوازپیداکرنے کے لیے پہلے سے تیارہوناماقبل کے حرف پر بھی اثرڈالتاہے۔اگرکسی لفظ میں مصیتی اورغیرمصیتی اصوات یکے بعددیگرے آئیں تواگرمابعد کی آوازمصیتی ہواورماقبل کی غیرمصیتی توماقبل کی آواز بھی مصیتی خصوصیات حاصل کرلیتی ہے،جیسے:اکبر اوراخبار میں'ک'اور'خ'کی آوازیں بالترتیب'گ'اور'غ'میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔اس تغیرکو"سوکھا"کو"سکا"اور"باہر" کو"بھار"بولنے کی صورت میں دیکھاجاسکتاہے۔اس ضمن میں نورالحسن ہاشمی رقم طرازہیں:

"ٹ،ڈ،ڑ میں سے اگردوحروف یاایک ہی حرف دوبارہ کسی لفظ میں آئے توپہلا"ٹ"کے بجائے"ت"،"ڈ"کے بجائے"د"ہوجائے گا۔"ٹوٹ گیا"یا"تٹ گیا"(ٹوٹ گیا)، دنڈا(ڈنڈا)، "تکڑا" (ٹکڑا)،" داٹنا" (ڈاٹنا)، "دیڑھ" (ڈیڑھ)، دیوڑھی (ڈیوڑھی)، "تھاٹ"(ٹھاٹ)،"تھٹ"(ٹھٹ)۔"(۱۰)

'ح'،'ع'۔'ز'،'ذ'،س،ث،ص اور"ض"کی کی صوت کی ادائیگی ایک عام شخص کے لیے مشکل ہوتی ہے۔حرف حصر یعنی"ہی"کی"ہ"بھی دکنی زبان میں عموماًحذف ہوجاتی ہے۔جیسے:بی(بھی)، تمی(تمھی)تلفظ کیاجاتاہے۔"ماں بھی،بچہ بھی کاتلفظ"ماں بی،بچہ بی"کیاجاتاہے۔مخلوط التلفظ ہا(ھ) بھی بعض اوقات اپنی جگہ بدل لیتی ہے جیسے:'وہاں'سے'وھاں'، یہاں سے'یھاں'وغیرہ۔کبھی کسی لفظ میں اس ہا(ھ) کااضافہ بھی ہوجاتاہے۔جیسے:بھوک(بھوکھ)،تڑپ(تڑپھ)،دھوکا(دھوکھا)،سامنا(سامنھا)،بھکاری(بھکھاری)وغیرہ۔

صوتی تغیرکوزبان کی بقااور تجدیدکالازمی عنصرمان لیاگیاہے۔اس ضمن میں نورالحسن ہاشمی رقم طرازہیں:

"زبان ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔لفظوں کی جوصورتیں،جوترکیبیں آج سے سوپچاس برس پہلے عام تھیں۔آج ان میں سے بہت سی ایسی ہیں کہ اس زمانے کے لوگ ان سے واقف تک نہیں۔اسی طرح جوآج رائج ہیں، نہیں کہاجاسکتا،ان میں سے کون کون سی آگے چل کرسراسرترک ہوجائیں گی۔کن کن کی شکل بدل جائے گی۔کیاکیامحاورے اورلفظ نئے پیداہوجائیں گے۔زبان کی یہ بدلتے رہنے کی صلاحیت اس کی زندگی کی

علامت ہے۔جو زبان اس صلاحیت کو کھو بیٹھی ہو،اس کا مردہ ہو جانا ایسا ہی یقینی ہے جیسے سورج ڈوب جانے پر رات کا آجانا۔"[۱۱]

زبان کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ،زبان کی صحت اور فصاحت کے معیار بھی بدلتے رہے ہیں۔دکنی زبان کے علاوہ دلّی،پنجاب اور بہار کی زبانوں میں جو صوتی تغیرات رونما ہوئے ہیں،ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی لفظ میں حرف علّت گھٹ کر ایک حرکت ہی رہ جاتاہے اور کبھی حرکت کھنچ کر حرف علّت میں بدل جاتا ہے، جیسے: اپر(اوپر)،دکھو(دیکھو)،لاگا(لگا)،لوہو(لہو)،ادھر(اودھر)،ادھر(ایدھر)،جدھر(جیدھر)،کدھر(کیدھر)، مراثی(میراثی)، دکھائی(دیکھائی)وغیرہ۔ اسی طرح کسی حرف سے تشدید کا جاتا رہنا یا کسی حرف پر تشدید کا آجانا، جیسے:'اتنا'سے'اتّا'اور'پات'سے'پتّا'ہو جاتا ہے۔ان میں سے کچھ تبدیلیاں دلّی کے شعرا کے کلام میں دیکھی جاسکتی ہیں۔نون غنّہ کا استعمال بھی ماضی میں کچھ زیادہ ہی رہا ہے جیسے:کوچہ(کونچہ)، پیچ(پینچ)، پاچہ(پانچہ)، تو(توں)،کو(کوں)،سے(سیں)،نے(نیں)،سدا(سداں)،دیکھنا(دیکھناں)وغیرہ۔

اسی طرح بہت کی جگہ'بوت'،کہتا کی جگہ'کے تا'،کہوں(کئوں)،کہیں(کئیں)اور'وہاں'کی جگہ'واں'بھی لکھا جاتا ہے۔ زیادہ تر تبدیلی ان اصوات کی صوت میں رونما ہوتی ہے جنھیں کسی کو مخاطب کرنے، آداب وروایات اور عام بول چال کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔انگریزی لفظ"اسٹیشن"عوام کی زبان میں پہلے"اشٹیشن"ہوا اور پھر ابتدائی"ا"اور"ش"اڑ کر"ٹیشن"رہ گیا اور اب تو بعض جگہوں پر لفظ"ٹیسن)بھی سنا جاتا ہے[۱۲]۔

صوتی تغیر کی ایک قسم یہ ہے کہ قریب المخرج حرف صحیحہ ایک دوسرے حرف کی شکل میں تبدیل ہوجاتا ہے، جیسے: نمبر(لمبر)، بیرسٹر (بیلشٹر)، کاغذ (قاغذ)، سرشار (شرشار)، شمس الدین (شمش الدین) اور "سٹیشن" کا تلفظ "شٹیشن" بھی اسی نوعیت کی تبدیلی ہے۔چوں کہ'ن'،'ل'اور'س'،'ش'قریب المخرج ہیں اسی لیے اس طرح کا صوتی تبادل ممکن ہو جاتا ہے، جیسے: نمبر(لمبر)اور'شمس'(شمش)۔

صوتی تغیر کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ایک لفظ اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں رہتا کیوں کہ اس میں کوئی نیا حرف تو داخل نہیں ہوتا بلکہ حرف اپنی جگہ تبدیل کرلیتے ہیں، مثلاً:'رجان'سے'رجحان'، فصیل سے 'صفیل'، 'مطلب'سے'مطبل'،کیچڑ سے'چیکڑ'"کیم"سے'حلیم'۔اسی طرح یہاں کو'ہیاں' اور 'وہاں' کو 'ہواں' بولنا۔

ان صوتی تغیرات اور ارتقائے زبان کی باضابطہ اور غیر محسوس تبدیلیوں میں واضح فرق ہوتا ہے۔کچھ تبدیلیاں اتفاقی اور ہنگامی نوعیت کی ہوتی ہیں۔اس کے برعکس کچھ صوتی تغیر و تبدل باضابطہ نوعیت کا حامل ہوتا ہے۔اس صورت میں لفظ ارتقائی مراحل سے گزر کر نئی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔اردو کے بہت سے الفاظ ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد موجودہ بصری روپ تک پہنچے ہیں۔چند الفاظ کے ارتقائی سفر کو محی الدین قادری زور نے یوں رقم کیا ہے:

> "اگر آپ اردو الفاظ "کوڑی" اور "مچھلی" پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ سنسکرت الفاظ "کپرو" اور "متیسہ" سے مشتق ہیں۔یعنی کوڑی کے حروف "ڑ" اور "و" آج قائم مقام ہیں۔"کپرو" کے حروف "رو" اور "پ" کے۔ان کا لسانیاتی ارتقایوں ہوا: کپرو، کپڑ، کوڈ، کوڑا اور "کوڑی"۔اسی طرح 'متیسہ' سے باضابطہ صوتی اصولوں کے تحت لفظ "مچھلی" کا ظہور ہوا اور یہ تبدیلیاں محض انھیں الفاظ تک محدود نہیں ہیں۔جہاں سنسکرت میں "رو" کی آواز تھی آج اکثر اردو میں "ڑ" ہے۔اسی طرح "پ" کی آواز "و" میں اور "ت"، "س" کی آواز "چھ" میں منتقل ہو گئی۔"(۱۳)

صوتی تغیرات کے حوالے سے یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ جس تہذیب وتمدن کو معاشرے میں بالادستی حاصل ہو اس کی زبان بھی دوسری زبانوں میں کافی حد تک تبدیلیوں کا سبب بنتی ہے۔سیاسی، معاشی اور اقتصادی حالات و واقعات بھی زبان کو متاثر کرنے کا اہم سبب شمار ہوتے ہیں۔اسی تناظر میں اردو پر عربی اور فارسی کے اثرات اور کردار کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔شمالی ہند کی زبان کو تقویت اور وسعت سیاسی و معاشی برتری اور فوقیت کے باعث حاصل ہوئی۔اعلیٰ تہذیب وتمدن کے ذخیرے کی حامل زبانیں دوسری زبانوں پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔

زبانوں کے صوتی تغیر و تبدل میں سے دو طرح کی تبدیلیوں کو ماہرین لسانیات (Linguists) زیادہ اہمیت کی حامل سمجھتے ہیں: ایک وہ تبدیلیاں جو کسی ضابطے اور اصول و قواعد کی پابند نہیں ہوتیں اور یہ فطری طریقے یا کسی ہنگامی صورت حال سے وقوع پذیر ہوتی ہیں، جب کہ دوسری طرف وہ تبدیلیاں ہیں جو ایک ضابطے اور اصول کی پابندی کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ان تغیرات میں انسانی کوشش اور ارادے کا عمل دخل کافی حد تک محسوس کیا جاسکتا ہے۔اس طرح کی تبدیلیاں اختیاری بھی کہلاسکتی ہیں۔یہ تغیر و تبدل زبان کی بقاء حیات اور ارتقا کا ضامن

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اور محافظ کہلا سکتا ہے۔ دنیا کی ہر بڑی اور ترقی یافتہ زبان کی طرح اردو نے بھی ان تغیرات کو اپنے دامن میں ہمیشہ جگہ دی ہے تاکہ عصرِ رواں کے لسانی، معاشرتی اور تہذیبی تقاضوں کے لیے خود کو ہر دم تیار رکھا جا سکے۔ اردو زبان و ادب کے ارتقا و عروج کے لیے ان صوتی تغیرات کو اپنانا بہر صورت ضروری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، "اردو کا صوتی نظام اور تقابلی مطالعہ"، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص:۲۸۔

۲۔ زور، محی الدین قادری، "ہندوستانی لسانیات"، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۵ء، ص:۳۵۔۳۴۔

۳۔ ولی دکنی، "کلیات ولی دکنی"، مرتب: نور الحسن ہاشمی، نظر ثانی: ڈاکٹر محمد ہارون قادر، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص:۵۸۔

۴۔ زور، محی الدین قادری، "ہندوستانی لسانیات"، ص:۳۶۔

۵۔ فاروقی، شمس الرحمٰن، "لغات روز مرہ"، اشاعت: چہارم، کراچی: آج کی کتابیں، ۲۰۱۳ء، ص:۸۵۔

۶۔ زور، محی الدین قادری، "ہندوستانی لسانیات"، ص:۳۶۔

۷۔ رابعہ سرفراز، ڈاکٹر، "اردو زبان اور بنیادی لسانیات"، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۲۶۔

۸۔ ایضاً، ص:۲۷۔

۹۔ زور، محی الدین قادری، "ہندوستانی لسانیات"، ص:۳۹۔۳۸۔

۱۰۔ عبد الستار صدیقی، ڈاکٹر، (مضمون)، "ولی کی زبان"، مشمولہ: "کلیات ولی دکنی"، از ولی دکنی، مرتب: نور الحسن ہاشمی، نظر ثانی: ڈاکٹر محمد ہارون قادر، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص:۵۱۔

۱۱۔ نور الحسن ہاشمی، (دیباچہ)، مشمولہ: "کلیات ولی دکنی" از ولی دکنی، ص:۴۴۔

۱۲۔ زور، محی الدین قادری، "ہندوستانی لسانیات"، ص:۴۱۔

۱۳۔ ایضاً، ص؛۴۳۔۴۲۔